

آکٹوپس

سمندر کے نیلگوں پانی سے قطعاً اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ نیچے کس درجہ کے طوفان برپا ہیں۔ اوپر سے پانی انتہائی صاف ستھرا۔ مگر تہہ میں قیامت انگیز مسائل۔ دراصل سمندر کے اندر ایک مشکل حکومت قائم تھی۔ آکٹوپس کی سلطنت۔ ساٹھ، ستر برس سے طاقتور آکٹوپس زیر آب، ایک مہیب حکومت کا مالک تھا۔ اس درجہ مضبوط تھا کہ تمام سمندری جانور خوف سے کانپتے تھے۔ آکٹوپس ہر چیز پر قابض تھا۔ اسکی مرضی کے بغیر اندھی مچھلیوں کو کوئی خوراک مہیا نہیں کی جاتی تھی۔ اسکے ایک اشارہ پر باغی دریائی گھوڑوں کے ٹکڑے کر دیے جاتے تھے۔ اسکی حکومت دراصل ظلم کا ایک نظام تھا جو کمزور اور نجیف آبی جانوروں کے استحصال پر پل رہا تھا۔ بادشاہ آکٹوپس ایک خوبصورت چٹان پر رہتا تھا۔ چٹان پر سنہری اور سبز رنگ کے پتھر جڑے ہوئے تھے۔ یہ اسکا بیش قیمت تخت تھا۔ صبح اٹھ کر ایک درباری تازہ گوشت فراہم کرتا تھا۔ بلکہ کئی بار تو یہ ہوتا تھا کہ ننھی ننھی زندہ مچھلیاں پیش کی جاتی تھیں۔ آکٹوپس ایک جھٹکے میں انہیں نگل لیتا تھا۔ اس طرح کی غذا بادشاہ کو ایک دن میں متعدد بار پیش کی جاتی تھی۔ خیر کمزور جانور تو اس سے اس قدر گھبراتے تھے کہ ظلم کے سمندر سے نکلنے کی بارہا کوششیں کرتے تھے۔ مگر حدود کے آخر میں متعین آبی چوہدار کوڑے مار مار کر واپس بھیج دیتے تھے۔ ہجرت کی کوشش کئی بار اتنی مہنگی پڑتی تھی کہ معصوم جانور اپنی زندگی تک کھو بیٹھتے تھے۔

بادشاہ کو ایک عجیب سا شوق تھا۔ سمندری موتی اپنے خزانے میں جمع کرنے میں ہر دم مصروف کار رہتا تھا۔ جہاں پتہ چلتا تھا کہ سیپ کے دامن میں کوئی قیمتی موتی موجود ہے، تو فوراً لشکر بھیج کر موتی چھین لیتا تھا۔ سمندر میں آکٹوپس سب سے زیادہ مالدار بادشاہ تھا۔ جب موتی آتے تھے تو اسے چٹان کے نچلے حصے میں محفوظ کر لیتا تھا۔ یہ دراصل اسکا خزانہ بن چکا تھا۔ چٹان کے اوپر بیٹھنے کا اصل مقصد خزانے کو محفوظ رکھنا تھا۔ خزانے کی حفاظت کیلئے اس نے سینکڑوں اژدہ اور سانپ متعین کیے ہوئے تھے۔ یہ اژدہ کسی کو بھی خزانے کے نزدیک چھٹکنے نہیں دیتے تھے۔ بادشاہ کے ظلم اس درجہ بڑھ چکے تھے کہ آبی جانور چھپ چھپ کر اس سے نجات کی دعائیں مانگتے تھے۔

ہردن دربار میں وزیر خوشی سے بتاتے تھے کہ گزشتہ چوبیس گھنٹوں میں خزانے میں کتنا اضافہ ہوا۔ اسکے خلاف تمام یورشیں کس بے دردی سے کچی گئیں۔ اژدہ اسے حفاظت کے متعلق تمام رپورٹ پیش کرتے تھے۔ دربار میں آکٹوپس کی ملکہ اور اہل خانہ بڑے آرام سے والد کی شان و شوکت دیکھتے تھے۔ دل ہی دل میں خوش ہوتے تھے کہ اب وہ سمندر کے سب سے طاقتور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ درباری، آکٹوپس کے ساتھ ساتھ ملکہ اور شہزادوں کی بھی خوشامد کرتے رہتے تھے۔ پتہ تھا کہ جس دن ملکہ ان سے ناراض ہوگئی، وہ کوئی ایسی سازش کریگی کہ انکا سردھڑ سے جدا ہو جائیگا۔ انہیں بے دردی سے قتل کر دیا جائیگا۔ یا عقوبت خانے میں بند کر دیا جائیگا۔ بادشاہ کے عقوبت خانے میں دس سروں والا اژدہ متعین تھا۔ ایذا اور تکلیف پہنچانے میں حد درجہ کمال حاصل کر چکا تھا۔ جس دن سے آکٹوپس تخت نشین ہوا تھا۔ اسی دن سے اژدہ بھی موج میں تھا۔ چھوٹے چھوٹے پنجرے بنا رکھے تھے۔ کئی بار تو قیدیوں کو بند کر کے بھول جاتا تھا۔ قیدی جانور بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے تھے۔ کراہتے دیکھ کر اژدہ کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی خوش

ہوتا تھا۔ نظام اس درجہ سفاک تھا کہ آکٹوپس کے خلاف کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ آکٹوپس بلا کا ظالم تو تھا ہی مگر ذہین بھی تھا۔ اپنی ساکھ برقرار رکھنے کیلئے ایک چھوٹا آکٹوپس رکھا ہوا تھا۔ چھوٹا آکٹوپس سارا دن بادشاہ کے متعلق مثبت پروپیگنڈا کرتا رہتا تھا۔ فرضی کہانیاں سناتا رہتا تھا۔ دولت جمع کرنے کے متعلق اسکے خیالات انتہائی منافقانہ سے تھے۔ کہتا تھا کہ بادشاہ تمام موتی صرف اسلیبے جمع کر رہا ہے کہ ایک دن دولت سے سمندر کے تمام جانوروں کیلئے فلاح و بہبود کے بے مثال کام کیے جائینگے۔ یہاں تک کہتا تھا کہ تمام دولت دراصل آبی عوام کی ترقی کیلئے استعمال ہوگی۔ بس تھوڑا سا وقت اور چاہیے۔ تمام معاملات ٹھیک ہو جائینگے۔ حکومت کا ڈر اور خوف اتنا تھا کہ کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ چھوٹا آکٹوپس صریحاً جھوٹ بول رہا ہے۔ مرنے کے خوف سے تمام جانور اسکی ہاں میں ہاں ملانے پر مجبور تھے۔

ادھر شاہی خاندان کی یہ حالت تھی کہ شہزادہ ہر وقت عیش و عشرت میں مصروف کار رہتا تھا۔ اسکے ذاتی محل یعنی دوسری چٹان پر حسین جل پریاں رقص کرتی رہتی تھیں۔ جب صبح سویرے اپنا بندنما چہرہ سب کے سامنے لاتا تھا تو درباری کہتے تھے کہ وہ تو سمندر کا حسین ترین جانور ہے۔ اسکے حسن کے چرچے تو پورے سمندر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بلکہ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی شہزادیاں تو اس سے شادی کیلئے بے قرار ہیں۔ شہزادہ اپنی جھوٹی تعریف سن کر بہت خوش ہوتا تھا۔ انعام کے طور پر والد کے خزانے سے چرائے ہوئے موتی تقسیم کرتا تھا۔ موتی وصول کر کے درباری اسکے حسن کے مزید جھوٹے قصے سناتے تھے۔ اس طرح تمام درباری ملکر بھرپور فائدہ اٹھاتے تھے اور شہزادے کو مکمل طور پر بیوقوف بنانے میں کامیاب تھے۔ ملکہ کا بھی یہی حال تھا۔ خوراک کھا کھا کر اتنی موٹی ہو چکی تھی کہ پانی میں تیرنے سے قاصر تھی۔ اسکا اپنا ایک دربار تھا۔ اس میں کئی مغیبت مچھلیاں متعین تھیں۔ انکے مفادات بھی شاہی خاندان سے منسلک تھے۔ ان سب نے ملکہ کو گھیر رکھا تھا۔ ہر وقت ایک ہی بات کہتی تھیں کہ آپ جیسی شان و شوکت والی ملکہ تو پورے سمندر میں کوئی نہیں۔ موٹاپے کے متعلق اکثر کہتی تھیں کہ ملکہ عالیہ آپ تو بہت دلی پتلی سی ہیں۔ موٹاپے کی افواہ تو دراصل حاسدوں اور دشمنوں نے پھیلا رکھی ہے۔ انہوں نے ایک ایسا جادوئی آئینہ بنا رکھا تھا جس میں عکس بہت پتلا نظر آتا تھا۔ ملکہ اس شیشہ میں اپنے آپ کو دیکھ کر ہر وقت خوش رہتی تھی۔ شہزادیوں کا بھی یہی معاملہ تھا۔ عرض کرنے کا مقصد یہ کہ ایک طرف تو سمندر کے عام جانور غربت اور جہالت میں پس رہے تھے اور دوسری طرف آکٹوپس کا خاندان ترقی اور خوشی کی معراج پر تھا۔

ایک دن آکٹوپس نے محسوس کیا کہ اسکے چند قیمتی موتی چرائے گئے ہیں۔ شبہ درست تھا کہ شہزادہ کافی عرصے سے خزانے سے چھپ کر موتی خوردبورد کر رہا تھا اور اسکے خلاف کوئی بولنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ نے جس مگر مجھ کو وزیر خزانہ بنا رکھا تھا، اسے دربار میں بلایا گیا۔ اسکی سب کے سامنے بہت زیادہ بے عزتی کی گئی۔ ایک کالے سانپ کو بلوایا گیا اور خزانے کے موتی گننے کا حکم دیا گیا۔ سانپ کافی دنوں تک موتی گنتا رہا۔ ایک ہفتہ کے بعد حساب لگایا کہ دو سو موتی غائب ہیں۔ آکٹوپس یہ سنکر بالکل پاگل ہو گیا۔ ڈیوٹی پر متعین اژدہ کو بلوایا اور پوچھا کہ چوری کیسے ہو گئی۔ اژدہا کہنے ہی والا تھا کہ یہ تو شہزادہ چوری کر رہا ہے۔ مگر اسکے کہنے سے پہلے شہزادے نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اژدہا بے ایمان ہے لہذا اسے سزائے موت دی جائے۔ آکٹوپس نے اپنے سامنے اسکے ٹکڑے ٹکڑے کروادے۔ اب شہزادے کی موج ہی موج تھی۔ وہ جو چاہتا کرتا اور اسے کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ وزیر خزانہ یعنی مگر مجھ اس صورتحال سے

بہت دل برداشتہ ہو چکا تھا۔ بار بار سوچتا تھا کہ مرنے والا اژدہا تو وفادار بھی تھا اور بے قصور بھی۔ اسکے ساتھ بہت ناروا سلوک کیا گیا۔ اگر اژدہا بے گناہ مارا جاسکتا ہے تو اسکی باری بھی آسکتی ہے۔ خیر اسکے ذہن میں خیال آنے لگا کہ کسی طریقے سے آکٹوپس کو ختم کیا جائے۔ ایک دن چھپ کر قید خانے کے متعدد دسروں والے اژدہے کے پاس پہنچا۔ سوتے ہوئے جگا کر کہنے لگا کہ دیکھو یہاں ہر چیز جبر سے ہو رہی ہے۔ وفادار ترین جانور بھی آکٹوپس کے عذاب سے محفوظ نہیں۔ اگر یہی حالات رہے تو ہماری باری بھی عنقریب آہی جائیگی۔ لہذا بہتر ہے کہ ہم ایک منصوبہ بندی کے تحت آکٹوپس کو راستے سے ہٹادیں اور کسی بہتر آبی جانور کو اپنا حاکم بنا لیں۔ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ بالآخر کیا حکمتِ عملی رکھی جائے کہ اتنا بڑا کام ہو جائے۔ مگر مجھ نے ایک ترکیب سوچی۔ اسے موتیوں کے بارے میں بادشاہ کی کمزوری کا علم تھا۔ بخوبی اندازہ تھا کہ بادشاہ اپنی دولت بڑھانے کیلئے ہر قدم اٹھا سکتا ہے۔ ایک دن آکٹوپس کا اچھا موڈ دیکھ کر عرض کی۔ کہ سمندر کے بالکل ساتھ ایک غیر معروف جھیل ہے۔ وہاں دنیا کا سب سے بڑا موتی موجود ہے۔ اس قیمت کا موتی خزانے میں موجود نہیں ہے۔ جھیل ایک محفوظ جگہ ہے۔ لہذا دو چار گھنٹے میں یہ موتی قبضے میں آسکتا ہے۔ آکٹوپس یہ سنکر سوچ میں پڑ گیا۔ وزیر سے پوچھا کہ اسے کیسے پتہ چلا کہ اتنا بیش قیمت موتی وہاں موجود ہے۔ مگر مجھ نے عرض کی کہ دس سروں والے اژدہے نے یہ راز کی بات بتائی ہے۔ اسے بھی طلب کیا گیا۔ اژدہے نے گواہی دی کہ میں نے ایک باغی مچھلی کا سر قلم کیا تھا۔ اس نے مرتے ہوئے یہ راز بتایا تھا۔ آکٹوپس اب مان گیا۔ اگلے دن مگر مجھ اور اژدہے کے ساتھ جھیل کی طرف روانہ ہو گیا۔ مگر مجھ نے کہا کہ ہم آپ کے خدمت گار ہیں۔ آپکو محافظوں کی کیا ضرورت اور وہاں خطرہ بھی کوئی نہیں۔ خیر جھیل میں پہنچ کر آکٹوپس نے پوچھا کہ موتی کدھر ہے۔ مگر مجھ نے بادشاہ کو باتوں میں لگا لیا کہ موتی یہاں ہے، بس نزدیک ہی ہے۔ موقع پا کر اژدہے نے آکٹوپس کے تمام بازوؤں کو پکڑ لیا۔ مرنے سے پہلے آکٹوپس نے ان سے پوچھا کہ تم مجھے کیوں مار رہے ہو۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ مگر مجھ نے جواب دیا یہ تم ان کروڑوں معصوم آبی جانوروں سے پوچھو، جنکی دولت لوٹ کر تم نے خزانہ بھر لیا۔ ان غریب اور لاوارث مچھلیوں سے پوچھو، جو تمہاری وجہ سے زندگی سے محروم ہو گئیں۔ آکٹوپس اب شکنجے میں تھا۔ مگر مجھ نے ایک وار کیا اور اسکا سر چبا ڈالا۔ آکٹوپس ختم ہو گیا۔ اسکے بعد اسکی سلطنت میں کیا ہوا، اسکا کوئی علم نہیں۔

راؤ منظر حیات